اور مستند علماء دین کی قدیم و ضخیم تالیفات کو چھوٹے چھوٹے اجزاء میں چھاپ کر معمولی معاوضہ پر عوام تک پہنچایا جاتا ہے تاکہ دینی علوم تمام مسلمانوں میں عام ہوں اور قوم کا ہر ہر فرد اپنے اسلاف کے گرانقدر علمی کارناموں اور دینی افکار سے باخبر ہو جائے۔ جامع ازہر میں جدید حالات کے تقاضوں کے مطابق مختلف تعلیمی اصلاحات ہوئیں اور اب اسے علومِ دینیہ و علومِ جدیدہ مثلاً ڈاکٹری، انجینئرنگ، کامرس وغیرہ کی تعلیم کے لئے یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا ہے۔

تبلیغ اسلام اور اسلامی تہذیب و ثقافت کو فروغ دینے کے سلسلہ میں مرحوم نے جو مساعی مشکورہ انجام دیں ان میں وقتاً فوقتاً عالمی اسلامی کانفرنسوں کا انعقاد، افریقہ کے مختلف ممالک کے لئے تبلیغ اسلام کے پروگرام کی نشریات، چوبیس گھنٹہ تلاوت قرآن مجید کے پروگراموں کی ریڈیو سے اشاعت قابل ذکر کارنامے ہیں۔

مرحوم کی قیادت میں جمہوریہ عربیہ متحدہ نے اقتصادی، سماجی، صنعتی، زرعی اور تعلیمی اصلاحات و ترقی کے جو مراحل طے کئے وہ یقیناً شاندار مستقبل کے لئے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ اپنے ملک میں مرحوم کی محبوبیت و مقبولیت کا صرف ۱۹۶۷ء کے واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے جبکہ انھوں نے اپنا استعفا پیش کیا اور پوری قوم نے نہایت شدت سے انھیں دوبارہ منصب صدارت قبول کر لینے پر مجبور کر دیا۔

اگر یہ واقعہ ہے کہ انسانوں کو ان کی موت کے بعد ان کے آثار اور تاریخی روایات سے پہچانا جاتا ہے تو جمال عبدالناصر رہتی دنیا تک باقی رہنے والے آثار و روایات چھوڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے ان کی کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور ان کے جانشینوں کو ان کی جاری کردہ عظیم الشان مہم کی تکمیل کی توفیق بخشے کہ ایک عظیم قائد کو خراجِ عقیدت دینے کا یہی صحیح طریقہ ہے۔

انسانوں کو کامل انسان بنانے، انھیں دنیوی و اخروی سعادت سے ہمکنار کرنے اور ان کی اخلاقی و روحانی تربیت کے لئے اسلام نے ان پر جو فرائض متعین کئے ہیں وہ انسانوں کی تمام ضرورتوں کے لئے پورے ہیں۔ مسلمانوں کو ان ضابطوں کی موجودگی میں نہ

مزید ریاضتوں کی ضرورت ہے نہ جدید جماعتوں اور تنظیموں کی حاجت۔ مسلمانوں میں دینی وحدت و قوت پیدا کرنے کے لئے کتاب اللہ اور مساجد کی موجودگی میں نہ کسی دوسری کتاب کی ضرورت ہے نہ کسی دوسری عمارت کی، کیونکہ اس قسم کے تمام خود ساختہ بدل مسلمانوں میں افتراق و انتشار میں اضافہ کے سوا آج تک کوئی خدمت انجام نہ دے سکے۔

اقامت صلوٰۃ کے لئے مساجد کا نظام، محلہ وار پنج وقتہ اجتماع، حلقہ وارانہ اپنے معاملات کا انتظام، دینی تعلیمات و تربیت کا بندوبست، ایک معاملہ فہم اور نمازیوں میں سب سے زیادہ عالمِ قرآن شخص کی زیرِ امامت و قیادت پیش آمدہ مسائل میں دینی تعلیمات اور زمانہ کے مقتضیات کے مطابق باہمی مشوروں سے اپنی تمدنی، اجتماعی، معاشرتی، سیاسی، اقتصادی اور تعلیمی مشکلات کا حل تلاش کرنا، سر جوڑ کر اصلاحِ احوال اور اپنے دکھ درد کا علاج کرنا، اخلاقی امراض کے انسداد اور محلہ سے فقر و بے کاری، فحاشی، جہالت اور امراض کی روک تھام کے لئے مسجد کو بنیادی مرکزی حیثیت دینا، اور پوری قوت سے متحد ہو کر ہر غیر دینی قوت کا مقابلہ کرنا، مساجد کی مجلس شوریٰ کا حکومت کے منتظمین سے رابطہ اور خیر و تقویٰ میں پورا پورا تعاون، دینی تعلیم کے ذریعہ گھر، مسجد اور مدرسہ میں ہم آہنگی، خود غرضیوں اور ذاتی مفادات کو چھوڑ کر لوجہ اللہ اخوت و محبت کو مضبوط کرنے کے لئے باہمی تعارف و ائتلاف کے ذریعہ بنیان مرصوص بن جانا اور ذکر اللہ میں مشغول رہنا، یہ وہ چند برکات ہیں جو اللہ کا مقرر کردہ مساجد و صلوٰۃ کا نظام ہمیں بخشتا ہے۔

اس نظامِ صلوٰۃ کا معاشرہ کی تطہیر میں جو مقام ہے وہ "ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر" سے عیاں ہے۔ نظام صلوٰۃ کا معاشرہ کی فلاح و بہبود اور اقتصادی سدھار سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ اکثر مواقع پر کتاب اللہ میں، "اقام الصلوٰۃ" کے ساتھ "ایتاء الزکوٰۃ" مذکور ہے۔ ضرورت مندوں کو افلاس و پریشانی سے نجات دلانا، ان کی حالت بہتر بنا کر معاشرہ کا معیار بلند کرنا، عوام کی صلاحیتوں کو زیادہ سے زیادہ بڑھنے اور پھلنے پھولنے کے مواقع فراہم کرنا "ایتاء الزکوٰۃ" میں شامل ہے۔ ایتاء الزکوٰۃ کو مستحکم بنیاد پر اٹھانے کے لئے اقامت صلوٰۃ لازمی ہے۔

اور اس کی مسجد وُہ چھوٹی اکائی ہے جہاں سے مسلمانوں کی اجتماعی اور اقتصادی اصلاح آغاز ہوتا ہے اور اسلامی مملکت میں یہ اصلاحات حکومتِ اسلامی کی نگرانی میں تمام پاتی ہیں۔

محلہ کے محتاجوں اور بے روزگاروں کا شمار، ان کے لئے فراہمی روزگار کا مناسب نظام، معذوروں اور اپاہجوں کے لئے وظائف کا اجراء، گاؤں میں کسانوں اور شہر میں مزدوروں کے مسائل کا شوری سے عادلانہ حل تلاش کر کے ان کے لئے بہتر سے بہتر ین حالات پیدا کرنا اور ان کی جملہ شکایات کا ازالہ کرنا، انھیں ہر قسم کی نفع بخش ترقیوں میں شریک کرنا اور ان کے لئے جملہ ممکن سہولتیں فراہم کرنا "ایتاء الزکوٰۃ" کی شرائط میں شامل ہیں' اس طرح نہ صرف ان کی حالت درست ہوگی بلکہ ملک امن و آسودگی اور فراوانی رزق کی برکات سے مالا مال ہو جائے گا جو ادائی زکوٰۃ کا لازمی نتیجہ ہے۔ خود سوچیئے کہ آج ہمارے معاشرہ کی ابتری و بدحالی میں نظام صلوٰۃ و زکوٰۃ کے باقی نہ رہنے سے کس قدر بھیانک اضافہ پیدا ہو چکا ہے اور کیا مسلمان رہتے ہوئے ہم اس خلاء کو صلوٰۃ و زکوٰۃ کے سوا کسی اور نظام سے پر کر سکتے ہیں؟! ہمارے خیال میں اندریں حالات ایک اسلامی مملکت میں اس امر کی شدید ترین ضرورت ہے کہ علماء دین اور ارباب حل و عقد اور اولو الامر پر مشتمل ایک کمیٹی ملک میں نظام صلوٰۃ و نظام زکوٰۃ کو اپنے پورے تقاضوں کے ساتھ نافذ کرنے کے لئے متفقہ طور پر کچھ تجاویز پیش کرے اور انھیں بلا تاخیر عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی جائے تاکہ ہمارا معاشرہ منظم و متحد ہو کر حبل اللہ کو مضبوطی سے تھام لے۔

صلوٰۃ و زکوٰۃ کی طرح ایک اور فریضہ، صیامِ ماہ رمضان ہے۔ یہ عبادت انسانوں کو اپنے مقصد کے حصول کے لئے انتہائی یکسوئی کی تربیت اور ان کی قوت ارادہ کو بے پناہ تقویت دے کر احساس ذمہ داری کو جلا بخشتی ہے۔ بھوک پیاس کو برداشت کرنے کے علاوہ نہ صرف ناجائز خواہشات بلکہ بعض صورتوں میں اپنی جائز خواہشات پر بھی قابو پانے، دوسروں کی تکلیفوں کا بذاتِ خود تجربہ کرنے اور دکھ درد میں اپنے بھائیوں کا ساتھ دینے پر آمادہ کرتی ہے، احکامِ الٰہی پر تعمیل کی راہ میں تمام مشکلات اور مشقتیں پامردی

سے برداشت کرنے اور راہِ خدا میں بے دریغ ہر قسم کی قربانی دینے کا عادی بناتی ہے۔ ہم یہ تصوّر بھی نہیں کر سکتے کہ جو قوم ماہِ رمضان میں روزے رکھتی ہو وہ کسی بڑے سے بڑے مقصد کو حاصل کرنے میں اخلاقی پستی، بے صبری یا کمزوری کا اظہار بھی کر سکتی ہے۔

ماہِ رمضان نزولِ قرآن مجید کا مبارک مہینہ ہے۔ وہ قرآن مجید جو انسانوں کے لئے مکمل دینی ضابطہ اور ان کی ہدایت کے لئے واضح تعلیمات پر مشتمل ہے۔ یہ مہینہ قرآن مجید کی یاد منانے کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں مسلمانوں کو کتاب اللہ پر اپنا ایمان تازہ کرنے، اور اس کی تلاوت کا حق ادا کرنے کا عہد کرنا چاہیئے۔ اگر اس مہینہ سے کتاب اللہ کو سمجھ کر پڑھنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی ابتدا کر دی جائے تو ہر سال رمضان میں اس رفتار کو تیز تر کر کے پورے معاشرہ کو اسلامی تعلیمات سے براہِ راست آگاہ کیا جا سکتا ہے۔

انتخابات سر پر آ گئے ہیں۔ اس موقع پر عوام، سیاسی جماعتوں اور ان کے لیڈروں کو اپنی ذمہ داریوں کا پورا پورا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اس نازک مرحلہ پر اسلامی حکومت کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں۔ عوام اسلامی سیاسی تربیت کے بغیر انتخابات کی آزمائش میں حصہ لے رہے ہیں۔ ضروری تھا کہ اس وقت مختلف سیاسی جماعتیں اپنی حدود میں رہتے ہوئے عوام کے سامنے اپنے منشورات پیش کر دیتیں، اور عوام کو نشر و اشاعت کے تمام وسائل سے یہ بات ذہن نشین کرا دی جاتی کہ کسی جماعت کو اس کی شخصیتوں سے نہیں بلکہ اس کے اصولوں سے پہچاننے کی کوشش کی جائے۔ سیاسی جماعتوں کا فرض تھا کہ وہ اپنے مخالفین کے منشورات پر تنقید کرتیں اور ذاتیات پر نہ اترتیں۔ سیاسی جماعتوں کی کثرت کے لئے اگر کوئی وجہ جواز ہے تو صرف یہی کہ ہر جماعت خود کو زیادہ سے زیادہ قوم کی فلاح و بہبود اور عوام کے مفاد کا ضامن قرار دیتی ہے۔ لیکن اگر یہی عوام کی خیر خواہی کا دم بھرنے والی جماعتیں قوم کو اپنی خود غرضیوں کا شکار بنا کر عوام میں انتشار اور باہمی نفرت پھیلانے لگیں، ایک دوسری کی تکفیر کر کے عوام کے جذبات میں اشتعال پیدا کرنے لگیں، ایک دوسری کے خلاف جھوٹے الزامات تراشنے لگیں تو پھر امن و سلامتی برقرار رکھنا مشکل ہو جائے گا، اور تمام جماعتیں بخوبی واقف ہیں کہ اس انتشار سے سوائے دشمن کے کسی کو فائدہ نہیں پہنچے گا۔